نبوت مصطفوی ﷺ کی آفاقیت اور استشراقی زاویہ نگاہ: نقد و جائزہ

(A Critical Analysis of Orientalists' Approach towards the Universality of Prophethood of Muḥammad PBUH)

ڈاکٹر محمد فیروزالدین شاہ کھگہ*

Abstract

The indispensability of Prophet-hood is an established fact throughout the intellectual glob for its divine force and support that lightens the ways of life. However, there has been a contention of views within the People of Book and Islam. Islam holds the view that the Prophet Muḥammad (ﷺ) is not only for Arab's gentiles rather Islam presents him as a prophet for all mankind. A number of Qur'ānic verses explicitly describes the universality of Prophet Muḥammad (ﷺ). Since, the Islamic teachings have a perfect status to delve into worldly problems and become a categorical source of emancipation for all the human-being, some Orientalists like Wensinck, Carl Brockelmann, Wellhausin, Edward Gibbon and Montgomery Watt etc. allure the notion that Muḥammad was merely sent to the pagans of Makkah and that he never tried to convert Jews and Christians towards Islam. This paper has specifically concerns with this contradict opinion of Orientalists and highlights the features of Prophetic universality, while encountering their views on the basis of a critical analysis..

Keywords: Universality of Prophet, generality of prophet-hood, Orientalism and status of Prophet, Finality of Prophet.

پیش نظر مقالہ کا مقصد اس حقیقت کا اظہار ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ہی کامل و اکمل، جامع اور محفوظ نمونۂ عمل کے طور پر الوہی ہدایات و تعلیمات کا منبع و ماخذ ہے، اس کے سوا کسی صورت میں دنیا میں امن و نجات کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت اور آپ کا منصب ارشاد عالمی اور آفاقی ہے جس کا تعلق کسی ایک قوم یا زمانہ سے نہیں بلکہ اس کا تعلق پوری انسانیت کے تمام زمانوں سے ہے۔ علامہ اقبال نے The Reconstruction of Religious Thought in Islam میں ایک جگہ ذکر کیا ہے کہ اسلام کی آفرینش، عقلِ استقرائی کی آفرینش ہے۔ اسلام میں نبوت اپنی تکمیل کو پہنچی ہے کیوں کہ اس نے اپنے ہی خاتمے کی ضرورت کو محسوس کر لیا ہے۔ اس میں یہ ادراک گہرے طور پر موجود ہے کہ زندگی کو ہمیشہ بیساکھیوں کے سہارے نہیں رکھا جاسکتا اور یہ کہ ایک مکمل خود شعوری حاصل کرنے کے لیے انسان کو بالآخر اس کے اپنے وسائل کی طرف موڑ دینا چاہیے۔ اسلام میں پاپائیت اور موروثیت کا خاتمہ، قرآن میں استدلال اور عقل پر مسلسل اصرار اور اس کا بار بار فطرت اور تاریخ کے مطالعے کو انسانی علم کا ذریعہ قرار دینا، ان سب کا

* صدر شعبہ علوم اسلامی و عربی، جامعہ سرگودھا۔

تصور ختمِ نبوت کے مختلف پہلوؤں سے گہرا تعلق ہے........انسانی فکر کی تاریخ میں اب ہر قسم کا شخصی تحکم جو کسی مافوق الفطرت سرچشمے کا دعویٰ کرتا ہے، ختم ہو چکا ہے۔[1]

A.J. Arberry نے بجا لکھا ہے کہ:

> The Messenger died, but the message remained, carried to the ends of the earth by warrior-preachers, transmitted to the next generations by teachers and traditionists.[2]

گویا یہ اعزاز و امتیاز بھی تاریخ میں صرف رسالت و سیرت محمدی ﷺ کو ہی نصیب ہوا کہ اپنی ظاہری حیات مبارکہ کے اندر ہی اپنے مشن کو ہر جہت اور ہر اعتبار سے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ پھر کامیابی اور نتیجہ خیزی کا یہ عمل تسلسل کے ساتھ آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی صدیوں تک جاری رہا۔

پیغمبرانہ دعوت کی حدود اور مستشرقین کا موقف۔۔نقد و تجزیہ:

لیکن آنجناب علیہ الصلوۃ والتسلیم کی دعوت، تعلیمات اور ھدایات کے عالمی اور آفاقی پہلو کو مستشرقین اپنے نفسیاتی تعصب کی بنیاد پر ماننے سے انکار کرتے ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور اس کے دائرہ کار کو محدود قرار دیتے ہوئے صرف عرب تک خاص رکھتے ہیں، اس حوالے سے مستشرقین اور مغربی سکالرز کی طرف سے دو شبہات خاص طور پر پیش کئے جاتے ہیں:

- پہلا شبہ ہالینڈ کے سامی زبانوں کے ماہر اور عبرانی زبان کے استاذ معروف مستشرق Wensinck نے پیش کیا ہے، جس کے مطابق پیغمبر اسلام کی دعوت عربوں کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے آپ کی دعوت وہدایت کا دائرہ کار بھی عرب تک محدود ہے، اس ضمن میں وہ چند قرآنی آیات سے استدلال بھی پیش کرتا ہے۔
- دوسرا شبہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی سوچ عہد مدنی تک قومی بنیادوں تک خاص رہی، آپ نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ یہ عالمی یا بین الاقوامی تحریک کی صورت دھار لے گی، لہذا آپ نے نئے عوامل، تقاضوں اور موافق صورتحال کے پیش نظر نیز مناسب وموزوں حالات ملنے کی بدولت اپنی فکر اور تحریک کو وسعت دی، آغاز میں یہ فکر اور مشن عالمی نوعیت کا نہ تھا۔ یہ شبہ اکثر مستشرقین، جن میں Montgomery Watt اور Wensinck وغیرہ شامل ہیں، نے پیش کیا ہے۔

اے جے ونسنک کا موقف اور اس کا ناقدانہ تجزیہ:

ہالینڈ کے مشہور مستشرق اے۔جے۔ونسنک[3] (Wensinck) کا موقف ہے کہ پیغمبر اسلام کی دعوت عربوں کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے آپ کی دعوت وہدایت کا دائرہ کار بھی عرب تک محدود ہے، اس کی رائے ہے کہ محمد (ﷺ) شروع میں عالمی پیغمبر کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے لیکن بعد ازاں اپنے مشن کو عالمی سطح تک وسعت دی، چنانچہ شروع کی قرآنی آیات محمد (ﷺ) کے بعد والے موقف سے متعارض ہیں، وہ جارج سیل کے حوالے سے رقمطراز ہے:

> “According to Sale and others, the words "I am unto you all the Apostle of God" mean that Muhammad here extends his mission to mankind in general. This extension would, however, contradict other passages of the

Kuran, such as sura iv. 169, in which Muhammad calls himself one of the Apostles, their "seal", it is true, but not different from them in other respects. Just as the Apostles were sent to their *umma's*, so he, as the Arabian Prophet, was sent to Arabia".[4]

ونسنک کا طرزِ استدلال اس لحاظ سے تعجب خیز ہے کہ وہ آنجناب ﷺ کی آفاقیت وعالمگیریت کو مسترد کرنے کے لئے آپ (ﷺ) کو دیگر انبیاء مثلا حضرت موسی علیہ السلام سے مشابہ قرار دیتا ہے محض یہ ثابت کرنے کے لئے کہ جس طرح سابقہ انبیاء اپنی اپنی اقوام کی طرف نبی بنا کر مبعوث ہوئے اسی طرح محمد (ﷺ) بھی صرف عرب قوم کی طرف نبی بن کر آئے، یوں وہ رسالت محمدی کا معترف بھی ہے، اگرچہ اس بات پر مصر ہے کہ پیغمبر اسلام کی بعثت دراصل عرب کے لیے ہوئی۔ ونسنک کے خیالات کا خلاصہ ڈاکٹر احمد غلوش نے ان اپنے الفاظ میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ دعوتِ (اسلام) عرب کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے کہ رسول عربی تھے اور وہ جزیرہ عرب میں ظاہر ہوئے۔ قرآن عربی میں اور اس کے احکامات عربی میں ہیں' اس کا نفاذ و عمل بھی بلاد عرب میں ہوا، لہذا آپکی دعوت صرف عرب تک محدود اور مخصوص ہے۔[5]

ونسنک اور بعض دیگر مستشرقین اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا (سورة الشورىٰ: 7)، إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (سورة يوسف: 2) النَّبِيِّ الامِّيِّ (سورة الاعراف:158) اور ان جیسی دیگر آیات قرآنیہ سے استدلال کرتیں ہیں کہ آنجناب ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی نبوت عالمی اور آفاقی حیثیت کی حامل نہیں، بلکہ صرف قوم عرب تک خاص ہے۔

ان استشراقی شبہات کے نقد و معالجہ سے قبل یہاں ایک اہم نکتہ پر غور کرنا از حد مناسب معلوم ہوتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ مستشرق موصوف اپنے مدعا کے اثبات کے لئے آیات قرآنیہ سے استدلال پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے، حالانکہ وہ اور اس کے پیشرو اس کلام کو خدائی کلام ماننے سے گریز کرتے ہیں، اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ نبوت کی اصل کو بھی تسلیم کرتے ہیں، اگرچہ اپنے ماسوا صرف عرب تک ہی سہی، راقم کی تجویز ہے کہ مستشرقین اہل مغرب جس قدر غیر جانبدارانہ ادراک کی صلاحیت پائیں گے اسی قدر حقیقت کی منزل کو قریب پائیں گے۔ علامہ ابن تیمیہ کا بر محل قول اسی ضمن میں ملاحظہ کیجئے:

"ان اعترافكم بالرسالة المحمدية الى العرب يلزم تصديقكم له فيما قال وماخبر، ويلزم بذالک تصديقكم بما جاء فی الكتاب المنزل عليه، وقد جاء فی هذالكتاب التوكيد على عموم الدعوة الاسلامية وشمولها للعالمين"[6]

آپ کا یہ اعتراف کرلینا کہ رسالت محمد یہ عرب تک محدود ہے اس بات کو لازم کرتا ہے کہ تم نے (کم از کم اسی حد تک ہی سہی) آپ ﷺ کے اقوال واخبار کی تصدیق کر دی ہے، اسی سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ کہ تم کتاب

یعنی قرآن کی صورت میں جو کچھ اترا ہے، اس کی تصدیق کرو، اور یہ واضح ہے کہ قرآن میں اسلام کی دعوت کو عمومی حیثیت سے پوری تاکید و صراحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ دعوت ورسالت تمام جہانوں کے جن وانس کو شامل ہے۔

اہم یہ ہے کہ مستشرقین ان آیات کو عقل و فہم اور سلامت طبع کے ساتھ مرکب فکر بنائیں اور ملاحظہ کریں جن میں آپ کے عالمی نبی ہونے کی صراحت کی گئی ہے۔ ونسنک مصر ہے کہ صرف ان آیات تک قارئین کی توجہ مرکوز رکھے جن سے اس کے تصور کو تقویت ملتی ہے، وہ ایک جگہ یہ بھی لکھتا ہے کہ محمد (ﷺ) کے احساسات بالکل سینٹ پال جیسے تھے کہ اس نے بھی رومیوں کو "I speak to you Gentiles" کہہ کر مخاطب کیا تھا اسی انداز میں محمد (ﷺ) نے بھی تاکید کی کہ یہ کتاب عربی یا عربوں کے لئے فیصلہ کن دستاویز ہے۔ اس حوالے سے وہ مزید توضیح دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ اساسی طور پر آپ mother city یعنی ام القریٰ کے باسیوں کو ہی ڈرانے کے لئے آئے تھے۔[7] لیکن اس کے ساتھ ہی خود ونسنک کو اپنے موقف پیش کرنے میں خاصی دشواری کا سامنا ہے، ایک طرف وہ ہجرت سے پہلے والی آیات کو درست تسلیم کرتے ہوئے "افتؤمنون ببعض الکتب" کے مصداق قرار پاتا ہے دوسری طرف ہجرت کے بعد والی آیات کی نبوی آفاقیت کو نقل کرنے کے باوجود ان کی حیثیت کو تسلیم کرنے سے یہ گریز اس ہے، اس لحاظ سے ونسنک "وتکفرون ببعض" کا مصداق ٹھہرتا ہے:

> The view that Muhammad conceived of his mission as a universal one is naturally derived from Muslim tradition.[8]

گویا اس کے نزدیک مسلم روایات نے آنجناب (ﷺ) کو آفاقی نبی کے طور پر پیش کیا ہے، حالانکہ نصوص قرآنی کے حوالے سے وہ خود کئی مقامات پر ذکر کر چکا ہے۔ اسی طرح ونسنک نے کائناتی کے حوالہ سے یہ موقف بھی اختیار کیا ہے کہ محمد (ﷺ) نے یہودیوں اور نصرانیوں کو مسلمان کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی، اس کے الفاظ ہیں:

> It may be remembered here, that, according to Caetani,[9] Muhammad never tried to convert Jews or Christians.[10]

حالانکہ یہ بدیہی طور پر بے سروپا موقف ہے، متعدد قرآنی آیات اور احادیث وآثار اس کو رد کرتے ہیں، غرض یہ قول سراسر اسلامی نصوص وآثار سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔[11]

مکاتیب نبوی ﷺ کے مخاطبین اوران کی استنادی حیثیت:

آنجناب علیہ السلام کے عالمی نبی ہونے کے ضمن میں جہاں اور بہت سے شواہد و دلائل پیش کئے جاتے ہیں وہاں ایک ثبوت وہ مکاتیب اور رسائل ہیں جو آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں بادشاہان دنیوی کو ارسال کئے اور ان میں ان کو اسلام کے قبول کرنے کی دعوت وترغیب دی، ان خطوط کے آثار آج بھی موجود ہیں، لیکن ان خطوط کی اس معروف اور ناقابل تردید حیثیت کے باوجود کائتانی، ونسنک اور دیگر مستشرقین نے ان کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے، جس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان میں صراحتاً

اہل کتاب بادشاہوں کو بھی مخاطب بنایا گیا ہے، ونسنک ان خطوط کو مختلف امکانات کا اظہار کر کے ان کو قابل اعتماد تسلیم کرنے سے کلیتاً گریزاں ہے، وہ لکھتا ہے:

> This selection from Muhammad's letters and diplomatic documents could be supplemented by additional examples; but these would have even less importance from a religious point of view, and many of them would certainly be spurious. We may therefore consider the instances given above as significant of the limited importance of the religious aspects of Islam in Muhammad's relations with the tribes of Arabia.[12]

ونسنک کے خیال ورجان کے مطابق یہ خطوط اساطیر ہیں جو آنجناب (ﷺ) نے نہیں لکھے بلکہ (غالباً) بعد کے لوگوں نے دنیا کے چاروں اسلامی ہیڈ کوارٹرز پر تعینات افواج کی ہمت افزائی کے لئے ایجاد کئے۔

ونسنک نے اس موضوع پر خاصی تفصیل سے گفتگو کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ مکاتیب مستند نہیں بلکہ اسطوری حیثیت کے حامل ہیں، اس کا ماننا ہے کہ ان مکاتیب کی اصلیت کا کوئی بنیادی دستاویزی ثبوت *prima facie* میسر نہیں آیا، اس لئے ان کو حقیقت پر مبنی قرار دینے کی تجویز کو کسی حد تک درست نہیں سمجھتا۔ لیکن یہ حقیقت بھی قابل ذکر ہے کہ مکتوبات نبوی ﷺ میں جن لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے' ان میں چار مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں: مشرکین عرب، عیسائی، یہودی اور زرتشتی (مجوسی)۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کو بعض کمزور اقوال کی بنیاد پر رد نہیں کیا جاسکتا۔[13] چنانچہ معروف مستشرق ڈاکٹر ویل (Dr. Weil) نے بھی مکاتیب نبوی کی استنادی حیثیت کو چیلنج نہیں کیا۔[14] اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ آنجناب علیہ السلام کے مخاطبین اہل کتاب بھی تھے، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے صراحت کی ہے کہ آپ کے مخاطبین میں امیین اور دیگر مذاہب کے ساتھ ساتھ بہر حال یہود و نصاریٰ بھی تھے:

> والمقصود أن محمدا هو نفسه دعا أهل الكتاب من اليهود والنصارى إلى الإيمان به، وبما جاء به، كما دعا من لا كتاب له من العرب وسائر الأمم۔[15].

نیز یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آنجناب ﷺ نے ہر قل اور مقوقس کے نام جو خطوط لکھے' ان میں آپ ﷺ نے اپنے نام کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ عبد اللہ (خدا کا بندہ) لکھا' جس سے مخاطب کے عقیدے کی نہایت لطیف پیرائے میں تردید کر دی گئی ہے کہ انبیاء و مرسلین خدا کی اولاد نہیں' بلکہ مخلوق ہوتے ہیں۔ فارس خسرو پرویز کے نام جو نامۂ مبارک ارسال کیا گیا' اس میں عقیدۂ توحید کو خاص طور پر اجاگر کیا گیا' کیونکہ فارس میں دو خداؤں کا عقیدہ موجود تھا' اس کے بعد اسلام کے عالمی مذہب ہونے اور آپ ﷺ کے تمام اقوام کی جانب مبعوث ہونے کا صاف لفظوں میں اظہار کیا گیا۔ یہود کے نام خط میں تورات کے حوالے دے کر اپنی نبوت کا اثبات کیا گیا اور مشرکینِ عرب کے نامۂ مبارک میں توحید خدا پر زور دے کر غیر خدا کی عبادت سے روکا گیا۔ قیصر روم (جو کہ مذہباً عیسائی تھا) نے آپ ا کے دعوتی خط کے بعد

احوال کا جائزہ لے کر آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا اقرار کیا' مگر اسلام قبول نہ کیا۔ اسی طرح عزیز مصر مقوقس نے بھی (جو کہ مذہبا نصرانی تھا) آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا اعتراف کیا' مگر حلقۂ اسلام میں داخل نہ ہوا' نجاشی شاہ حبشہ (جو کہ عیسائی تھا) حلقہ بگوش اسلام ہوا۔[16]

آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے بادشاہوں' قبائل عرب کے سرداروں اور گورنروں کے نام جو خطوط لکھے' وہ کتب حدیث میں محفوظ ہیں۔ ان کی تعداد تین سو کے قریب ہے' ان میں سے ۱۳۹ خطوط ایسے ہیں جن کا اصل متن محفوظ ہے اور ۸۶ خطوط وہ ہیں جن کا صرف مفہوم کتب میں ذکر کیا گیا ہے۔[17] آپ ﷺ نے شاہانِ عالم کے نام جو خطوط ارسال فرمائے ہیں' یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت فقط جزیرۂ عرب کے امیین کے ساتھ مخصوص نہیں تھی' بلکہ آپ ﷺ کی رسالت عرب و عجم' جن وانس' یہود و نصاری' مشرکین اور مجوس اور پوری دنیا کے سب جنوں' انسانوں کے لئے ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے آنجناب علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش ہونے والے وفود اور ان کے ساتھ دعوتی امور میں انہماک واشتغال کو بھی رسالت مصطفوی ﷺ کے عموم کی دلیل اور مخاطبین پیغام رسالت میں یہود و نصاری کے اشتمال کو واضح قرار دیا ہے۔[18]

آپ ﷺ نے ہمسایہ ممالک کے حکمرانوں اور عرب کے قبائلی سرداروں کے نام جو خطوط تحریر فرمائے ہیں' ان کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دنیا میں کس طرح کا ذہنی' فکری اور عملی انقلاب برپا کیا؟ اور انسانیت کے لئے کیسے کیسے زریں اصول وضع فرمائے؟ تمدن اور معاشرت کو کن راہوں پر ڈالا؟ اور انسانیت کے فطری تقاضوں کی کس حد تک تکمیل فرمائی؟۔ اس لحاظ سے یہ دعوی قطعی طور پر درست نہیں ہے کہ آپ ﷺ کا پیغام صرف مشرکین عرب کے لئے تھا اور یہود و نصاریٰ (اہل کتاب) کے لئے نہ تھا۔

ایڈورڈ گبن کا موقف:

ایڈورڈ گبن نے بھی اکثر مستشرقین کی طرح رحمت دوعالم کو "پیغمبر عرب" کہا ہے،[19] حالانکہ وہ رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے تمام جہانوں کے لئے رشد و ہدایت اور فلاح و فوز کا باعث ہیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ وہ خطہ ء عرب میں متولد ہوئے اور ان کے پیغامِ حق کے اولین مخاطب اہلِ عرب ہی تھے، مگر ان کی نبوت ہمہ گیر اور دائمی ہے۔ چونکہ وہ نبی آخر الزمان اور ختم الرسل ہیں، اس لئے اب ان کی نبوت کی ہی فرماں روائی ہے۔ بعثتِ محمدی سے قبل تمام انبیائے کرامؑ اپنی اپنی مخصوص ملت اور خاص علاقے کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے، لیکن محسنِ انسانیت اور ہادیء اعظم حضرت محمد ﷺ کی رسالت اپنے اندر عالمگیریت کی شان رکھتی ہے، اس لئے آنحضرت ﷺ کسی ایک قوم، کسی ایک دور اور کسی ایک ملک کے لئے نہیں آئے، بلکہ ان کی دعوت تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا(سورۃ سبا 7:158)

اور ہم نے تمھیں تمام انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

رسول اکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے:

''كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً''[20]

یعنی ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مَیں تمام سرخ اور سیاہ قوموں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

ولیم منٹگمری واٹ کا موقف:

عصر حاضر کے اہل کتاب میں سے بعض نمایاں لوگ یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی تو ہیں لیکن اہل عرب کے لیے۔ مشہور مستشرق منٹگمری واٹ کا نام اسلام اور مستشرقین کے موضوع سے ادنیٰ دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بھی اجنبی نہیں۔ ولیم منٹگمری واٹ نے کس طرح پیغمبر اسلام کو سمجھا ہے ،اس کے لئے واٹ کی درج ذیل تحریریں خاصی تفصیل سے بحث کرتی ہیں، جس سے اس کے موقف کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، ان میں Islam and Christianity today (1983)[21];" (1984); "The nature of prophethood of Muhammad" (1987)[22]; Muhammad at Mecca (1988); Muslim-Christian encounter (1991)[23]; "Islamic attitude to other religions" (1993). شامل ہیں۔ اگرچہ اس کے علاوہ بھی متعدد تالیفات میں اس نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے، مثلاً واٹ نے Companion to the Quran کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن کے دیباچے میں لکھا ہے کہ گو میں ہمیشہ سے یہ سمجھتا تھا کہ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] صدق دل سے اپنے اوپر وحی الٰہی کے قائل تھے، تاہم مجھے ایک عرصہ تک آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] کو پیغمبر تسلیم کرنے میں تأمل رہا۔ اب البتہ میں یہ علی الاعلان کہتا ہوں کہ آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] عہد نامہ قدیم کے پیغمبروں کی طرح کے پیغمبر تھے۔ البتہ عہد نامہ قدیم کے پیغمبر اپنے اپنے ادوار کے مذاہب کو ہدف تنقید بناتے تھے اور محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کا مقصدِ بعثت ان لوگوں کو ایمان باللہ کی دعوت دینا تھا جو کسی بھی دین کو ماننے کے روادار نہ تھے۔ اس کے الفاظ قابل ملاحظہ ہیں:

> It may be said that it presents in its own way all the main truths of the religion of Abraham, which is followed also by Jews and Christians. I maintain that the only reasonable explanation of this fact is that Muhammad was as truly inspired by God as were the Old Testament prophets. Moreover, while the latter were for the most part critics of an existing religion as it was being practiced, Muhammad had the mission of bringing belief in God to people with virtually no religion.[24]

واٹ کے نزدیک غالباً پیغمبر کا تصور ہی محدود ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ اس سے بڑھ کر آنجناب ﷺ کو بھی بیان نہ کر سکا، اس کے نزدیک نبی وہ نہیں ہوتا جو مستقبل کی پیش گوئیاں کرے بلکہ وہ ہوتا ہے جس کا اہم ترین مقصد یا فریضہ خدائی پیغام کو اپنے ہی لوگوں تک منتقل کرنا ہو، وہ لکھتا ہے:

> The main duty of the prophet is not to foretell the future but to transmit and proclaim God's Message to his own people.[25]

واٹ دیگر مستشرقین کی بہ نسبت قدرے فہیم واقع ہوا ہے اور مکالمہ بین المذاہب کی خواہش کی بنیاد پر اس نے جرأت مندانہ بیانات بھی دئے ہیں، وہ کئی مقامات پر محمد (ﷺ) کو Genuine Prophet اور مخلص وغیرہ قرار دیتا ہے، تاہم ساتھ ہی وہ عیسائیوں کو اس سے الگ پیش کرتا ہے، اس کا خیال ہے کہ جو پہلے سے ہی حاملین کتاب و شریعت ہیں، محمد (ﷺ) کا زاویہ خطاب ان کو نہیں ہے، بلکہ ان کو ہے جن تک یہ علم ربانی نہیں پہنچ پایا، اس کے الفاظ ہیں: "bring the knowledge of God to people without such knowledge".[26]، اس کے ساتھ ہی وہ آنجناب (ﷺ) کو عہد نامہ عتیق کے انبیاء مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہ قرار دیتے ہوئے محدود نبی کی حیثیت دینے پر آمادگی ظاہر کرتا ہے۔[27]

مستشرقین کے دلائل کا نقد و محاکمہ:

ونسنک کے مطابق دعوتِ (اسلام) عرب کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے کہ رسول عربی تھے اور وہ جزیرہ عرب میں ظاہر ہوئے۔ قرآن عربی میں اور اس کے احکامات عربی میں ہیں' اس کا نفاذ و عمل بھی بلاد عرب میں ہوا" بالفرض اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور زمانے کے ہوتے تو یہی اعتراض پھر بھی ہوتا اور عقلی طور پر یہ اعتراض اس لیے درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت و رسالت کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اللهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (سورة الانعام:126)

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے عالم کی رسالت و نبوت اور سیادت و قیادت کے لیے چنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نسب کے اعتبار سے عرب کے معزز ترین انسان اور اخلاق و عادات کے اعتبار سے عمدہ مثال تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں پچھلی تمام رسالتوں کے اصول سمٹ کر آ گئے ہیں جو سابقہ امتوں کے لیے خاص تھے۔ اس سے قبل جتنے نبی آئے وہ سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے جن کو بنی اسرائیل کہتے ہیں' بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے' بنی اسرائیل ایسے راستے پر چلے جو رب العلمین کے غصے اور غضب کا راستہ تھا وہ انبیاء علیہم السلام سے جھگڑے، ان میں بعض کو قتل تک کیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ ہی کی دوسری نسل (حضرت اسماعیل علیہ السلام) میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ اور اس کی امت پچھلی امتوں پر گواہ ہو جائیں' ارشاد خداوندی ہے:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِّتَكُونُواْ شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيْداً (البقرة:143)

ونسنک کے بقول محمد ﷺ چونکہ عربی ہیں، لہٰذا لازم آتا ہے کہ آپ (ﷺ) صرف عربوں کے ہی نبی ہوں؟ حالانکہ یہ استدلال عقلی طور پر بھی مضحکہ خیز ہے کیونکہ کسی بھی نبی کے لئے یہ بہر طور ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں مختلف علاقوں میں مادی اور جسمانی طور پر موجود ہو، نیز ضروری ہے کہ وہ کسی مخصوص علاقہ میں پیدا ہو، پرورش پائے اور تبلیغ رسالت خداوندی کا تفویض شدہ فریضہ سرانجام دے، البتہ یہ قطعی طور پر ناممکن ہے کہ ایک نبی بیک وقت عربی بھی ہو اور عجمی بھی، ہر علاقے کی زبان و ثقافت کا ماہر بھی ہو اور بذات خود ہر ہر جگہ اپنے وجود کو بھی پیش کرے۔۔۔ بلکہ بدیہی طور پر اس کے لئے لازم ہے کہ وہ کسی ایک مقام سے ہدایت کی روشنیوں کو لیکر اٹھے اور چہار دانگ عالم اپنے اعوان وانصار کے ذریعے عالمگیر ابدی پیغام سے عالم کو منور کر دے، جس طرح کہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

ونسنک کے نزدیک دوسرا اعتراض یہ ہے کہ چونکہ قرآنی عربی زبان میں ہے لہٰذا لازم آیا کہ رسالت بھی خاص عرب کے لیے ہی ہو۔ اس حوالے سے سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ آسمانی کتابیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف اقوام میں نازل فرمایا وہ انہی کی زبان میں نازل ہوئیں چنانچہ تورات عبرانی (Hebrew) زبان میں اتری اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عبرانی ہی بولتے تھے۔ اسی طرح انجیل بھی عبرانی میں نازل ہوئی۔ غرض تمام انبیاء اپنی اقوام اسی زبان میں مخاطب کرتے تھے۔ جس کو وہ سمجھتے تھے۔ چونکہ دعوت اسلامیہ کا مرکز بلاشک و شبہ عرب ہے' اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عربی زبان میں ہی قرآن عطا کیا گیا' ارشاد خداوندی ہے: إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآناً عَرَبِيّاً لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (سورة یوسف:2) آیت ''وما ارسلنامن رسول الا بلسان قومه'' کے ذیل میں علامہ ابن تیمیہ نے ایک عجیب نکتہ ذکر فرمایا اور وہ یہ کہ اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا'' وما ارسلنا من رسول الا الی قومه'' (کہ ہم نے رسول کو اس کی قوم کی طرف بھیجا) بلکہ اللہ تعالی نے فرمایا ''بلسان قومه'' (اس قوم کی زبان کے ساتھ رسول بھیجا)۔ اس سے واضح ہو گیا کہ رسالت کا مقصد نہ صرف قوم عرب بلکہ دنیا کی تمام اقوام و ملک ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ عرب براہ راست فیضیاب ہوتی ہے اور دوسری قومیں ترجمہ وغیرہ کے ذریعہ مقصود پاتی ہیں۔[28] دوسرا نکتہ پیغام کی اشاعت میں لسانی اختلاف میں غور وفکر ہے، چنانچہ آج کے دور میں یہ بات سمجھنا انتہائی آسان ہو چکا ہے کہ متعدد ممالک آپس میں لسانی اختلافات اور اجنبیت کے باوجود کوئی دقت محسوس نہیں کرتے بلکہ بخوبی اپنے حالات کو ترقی کی راہ پر گامزن کیے

ہوئے ہیں اس کی اہم مثال پاکستان اور چین کے باہمی تعلقات ہیں جو کہ ترجمہ کی مدد سے افہام و تفہیم کے مراحل سے گزرتے ہیں' یہی حال پوری دنیا کا ہے' لہٰذا مقصد کا ادراک جو کہ ضروری ہے پورے عالم کے انسانوں کو بآسانی پہنچ سکتا ہے بلکہ پہنچ چکا ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو دیگر زبانیں سیکھنے کی ترغیب دی چنانچہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سترہ دنوں میں سریانی زبان پر عبور حاصل کیا۔[29] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو یہود کی کتاب سیکھنے کا حکم فرمایا۔ زید بن ثابتؓ کہتے ہیں۔

فما مضى لى نصف شهر حتى حذقته فكنت اكتب له اليهم' واذا كتبوا اليه قرأت له''[30]

''مجھے پندرہ دنوں میں یہود کی تحریر و کتاب کا ملکہ حاصل ہو گیا چنانچہ میں ان کی طرف لکھ کر بھیجتا اور ان کے لکھے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سناتا تھا''۔

حقیقت یہ ہے کہ جو بھی شخص گہری نظر سے اسلام کی تعلیمات اور احکامات کو دیکھے گا تو اس کو معلوم ہو گا کہ یہ کسی اور طبقے یا قبیلے کے لیے نہیں بلکہ اس کی ہمہ گیریت اور جامعیت تقاضا کرتی ہے کہ یہ دنیا بھر کی تمام قوموں اور قبیلوں کے لیے زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہے۔

مقالہ کے اختتام پر اس حقیقت کا بیان مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صرف آنجناب ﷺ کی ذاتِ گرامی کو ہی کائنات کی ''مرکزی مطاع ذات'' قرار دیا ہے، قرآن کریم میں اس کے اثبات کے لئے بیسیوں آیات ملتی ہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کی فکری دنیا میں جتنے نکات منصبِ رسالت کی تفہیم کے ضمن میں منصہء شہود پر آئے وہ شاید ہی کسی اور شاعر یا مسلمان مفکر کی تحریروں میں آئے ہیں، انہوں نے ''مثنوی رموزِ بیخودی'' میں یہ بتایا ہے کہ ملت کے پیکر میں رسالت ہی کی وجہ سے روح پھونکی گئی ہے، وہ فرماتے ہیں:

از رسالت در جہاں تکوینِ ما　　از رسالت دینِ ما آئینِ ما

ما ز حکم نسبت او ملتیم　　اہل عالم را پیام رحمتیم[31]

یعنی اللہ تعالیٰ نے ''رسالتِ محمدیہ ﷺ'' ہی کے طفیل ہمیں دین اور دستورِ حیات عطا کیا۔ ہم اس رسالت ہی کی نسبت سے ایک ملت ہو کر عالم انسانی کے لیے باعث رحمت ہیں''۔ اسی طرح علامہ نے کائنات کا سبب بقاء بھی رحمۃ للعالمین کے اسوہ حسنہ کو قرار دیا ہے:

ہر کجا ہنگامہء عالم بود　　رحمۃٌ للعالمینی ہم بود[32]

حواشی و حوالہ جات:

[1] ڈاکٹر محمد اقبال، تجدیدِ فکریاتِ اسلام۔ ترجمہ: ڈاکٹر وحید عشرت (لاہور: اقبال اکادمی، 2001ء)

[2] A.J. Arberry, *Aspect of Islamic Civilization as Depicted in the Original Texts* (NY: Routledge, 2008) , p. 13

[3] نجیب العقیقی نے ونسنک کو سامی زبانوں کا ماہر اور مشرقی زبان وادب کا متخصص (specialist) قرار دیا ہے، لائیڈن یونیورسٹی میں 1908-1927 کے دوران عبرانی ادبیات کا استاذ رہا، اس کا سب سے بڑا کارنامہ "المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی الشریف" کی وضع و ترتیب ہے، اس کی دیگر تالیفات میں سے اہم "مدینہ کے یہودیوں کے بارے میں پیغمبر ﷺ کا موقف" شامل ہیں۔ دیکھئے: نجیب العقیقی، المستشرقون (القاھرۃ: دار المعارف، 1965) ج2 ص668۔

[4] نفس مصدر و صفحہ۔

[5] غلوش، احمد الدکتور، الدعوۃ فی عصر النبوۃ (مصر: مطبعۃ المدنی، 1392ھ) ص143۔

[6] أبو العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم ابن تيميہ، الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح، (دار العاصمۃ، 1419ھـ / 1999م) ، ج1 ص164۔

[7] Wensinck, *The Creed of Islam* (New York: Barnes and Noble Inc., 1965), p.7.

[8] Ibid., p. 7.

[9] Annali, 23 a.h., § 50, note i,

[10] See Wesinck, A.J., *The Creed of Islam*, p. 6.

[11] (سورة النساء:47)،(سورة المائدة: 15)، (سورة المائدة: 19)، (سورة آل عمران : 110)،(سورة آل عمران:199)، (سورة القصص: 50)، (آل عمران : 20) وغیرہ۔

[12] Wensinck, *The Creed of Islam,* p. 11.

[13] Wensinck, p. 9.

[14] S. Khuda Bukhsh, (Translated From The German Of Dr. Weil's *Geschichte Der Islamitischen Volker*), A History Of The Islamic Peoples (Calcutta: The University Of Calcutta, 1914), P. 17.

[15] ابن تیمیة ، الجواب الصحیح ،ج1ص164

[16] أبو العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم ابن تيمية ، الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح، ج1ص163-164

[17] رضوی محبوب' مولانا' مکتوبات نبوی' (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1998)' ص:۳۰۵۔

[18] ابن تیمیة ، الجواب الصحيح، ج1، ص166

[19] Edward Gibbon, *The Decline and fall of the Roman Empire*, Ch. 50, P.646

[20] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التیمم، (ریاض: مکتبۃ الارشاد، 1993)، رقم:328۔

[21] Watt, William Montgomery. *Islam And Christianity Today: A Contribution To Dialogue* (Routledge, 2013), Vol.11.

[22] Watt, W. M. "The Nature Of Muhammad Prophethood." *Scottish Journal of Religious Studies* 8, No. 2 (1987): 76-84.

[23] Watt, William Montgomery. *Muslim-Christian Encounters (Routledge Revivals): Perceptions and Misperceptions* (Routledge, 2013).

[24] William Montgomery Watt, *Companion to the Quran* (One World, 1994), preface.

[25] Watt, "Thoughts on Muslim-Christian Dialogue", *The Muslim World*, Volume 57, Issue 1, pages 19–23, January 1967.

[26] William Montgomery Watt, *Ultimate Vision and Ultimate Reality* (Oxford: Oneworld, 1995), 280-288.

[27] *Religious Truth For Our Time* , p, 80

[28] ابن تیمیہ، الجواب الصحیح ، ج1 ص189۔

[29] ابن حجر العسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابۃ (مصر: مطبعۃ نھضۃ، س ن) ج2 ص593

[30] ایضاً

[31] علامہ محمد اقبال، رموزِ بیخودی، (لاہور، س ن) ص 377-379۔

[32] علامہ محمد اقبال، جاوید نامہ، (لاہور، س ن) ص176/1012۔